بِسۡمِ

پیغام صلح انٹرنیشنل

مارچ 2020ء
رجب/شعبان ۱۴۴۱ھ

عالمگیر مرکز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا ترجمان۔

ہمارے عقاید

حضرت محمد مصطفی (ﷺ) کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پُرانا
قرآن کی کسی آیت کی نہ تلاوت منسوخ ہے اور نہ حکم
حضرت مرزا غلام احمدؒ وہ مجدد تھے، جن کی پیشگوئی نبی کریمؐ نے مسیح و مہدی کے القاب سے کی۔

مدیران
شاہد عزیز
مسز سمیرا احمد
ارشد علوی

فہرست مضامین

۱: کلامِ امام۔ ۲
۲: افکار محمد علیؒ ۳
۳: جماعت احمدیہ اور شرائط بیعت ۶
۴: اسلام ۸

حضرت مسیح موعود نے فرمایا

- مردم شماری کے فارم میں لکھو ُمسلمان فرقہ احمدیہ'۔
- ُمجھے چھوڑ کر تم کون سا اسلام پیش کروگے۔"
- غیر از جماعت امام اگر کلمہ گو کو کافر کہنے والے کے کافر ہونے کا اعلان کرے تو اُس کے پیچھے نماز ادا کرو۔
- احمدی کے لئے لازمی ہے کہ ہر ماہ چندہ دے۔ جو شخص تین ماہ تک چندہ نہیں دیتا وہ جماعت سے خارج ہے۔
- ہر احمدی کے لئے اپنی وصیت میں جماعت کے لئے ایک حصہ چھوڑنا لازمی ہے۔

نشریات

وقت بمطابق برطانوی ٹائم

http://mixlr.com/radio-virtual-mosque

www.virtualmosque.co.uk

پروگرام واوقات

جمعہ-انگریزی	13:00
اتوار-اردو	09:00
اتوار-انگریزی	13:00
ماہانہ اجلاس-انگریزی-ہر ماہ پہلی اتوار	15:00
عیدین-انگریزی	11:00

نوٹس

اگر آپ mixlr.com پر جاکر Radio Virtual Mosque پر جاکر اُس کو follow کریں تو آپ کو نشریات کا نوٹس خود بخود ای میل ہو جائے گا۔

عالمگیر (ذیلی مرکز)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

ای میل: editor.TheLight@aaiil.uk

سکائپ آئی ڈی:- Lahori-Ahmadi

وقت تھا، وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا۔

کلامِ امامؑ
اسلامی اصول کی فلاسفی۔۴

از حضرت مرزا غلام احمدؒ

اِنسان کی طبعی حالتوں پر قرآن کا اثر

مرتبہ۔ ارشد علوی

جیساکہ دُوسری جگہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا (الشمس:۱۰،۹)یعنی جس نے ارضی جذبات سے اپنے نفس کو پاک کیا، وہ بچ گیا اور نہیں ہلاک ہو گا۔ مگر جس نے ارضی جذبات میں جو طبعی جذبات ہیں۔ اپنے تئیں چُھپادیا۔ وہ زندگی سے نااُمید ہو گیا۔

غرض یہ تین حالتیں ہیں جن کو دوسرے لفظوں میں طبعی اوراخلاقی اوررُوحانی حالتیں کہہ سکتے ہیں اور چُونکہ طبعی تقاضے افراط کے وقت بہت خطرناک ہوجاتے ہیں اور بسااوقات اخلاق او رُوحانیت کاستیاناس کردیتے ہیں۔ اسلئے خُداتعالیٰ کی پاک کتاب میں انکو نفس امّارہ کی حالتوں سے موسُوم کیا گیا۔ اگر یہ سوال ہو کہ اِنسان کی طبعی حالتوں پر قرآن شریف کا کیا اثر ہے اور وہ اُن کی نسبت کیاہدایت دیتا ہے اور عملی طور پر کس حد تک اُن کو رکھنا چاہتا ہے۔ تو واضح ہو کہ قرآن شریف کی رُو سے انسان کی طبعی حالتوں کو اُس کی اخلاقی اورُوحانی حالتوں سے نہایت ہی شدید تعلّقات واقع ہیں۔ یہاں تک اِنسان کے کھانے پینے کے طریقے بھی اِنسان کی اخلاقی اور رُوحانی حالتوں پر اثر کرتے ہیں۔ اور اگر اِن طبعی حالتوں سے شریعت کی ہدائیتوں کے مُوافق کام لیاجائے تو جیسا کہ نمک کی کان میں پڑ کر ہر ایک چیز نمک ہی ہو جاتی ہے۔ ایسا ہی یہ تمام حالتیں اخلاقی ہی ہو جاتی ہیں۔ اور

حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ
اور
عالمگیر جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

۱. اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان

۲. آنحضرت ﷺ خاتم النبیّین ہیں۔ بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ :۔ "اِس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نہیں آئے گا نیا ہو یا پُرانا"، "جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اُسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"۔ "میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو گئی۔"

۳. قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسُوخ نہیں، نہ قیامت تک منسُوخ ہو گا۔

۴. بمُطابق فرمانِ نبوی حضرت محمدؐ کے بعد مجدّدین آئیں گے۔ اِس اُمّت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ اُن سے کلام کرے گا۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونو انبیاء

۵. ہم تمام صحابہ کرامؓ اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہلسُنت کے مُسلّمہ بزرگ ہوں یا اہلِ تشیع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدّد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۶. ہر ایک شخص جو لَآاِلٰہَ اِلّااللہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللہ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے، خواہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔

۷. حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ مجدّد، مسیح موعود اور مہدی ہونے کا تھا۔ نبی ہونے کا ہرگز نہیں۔ اُن کے اپنے الفاظ میں: "اور اِن لوگوں نے مجھ پر افتراء کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔"

ہمیں کسی دُنیاوی پارلیمنٹ سے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہم مسلمان ہوں یہ کافی ہے۔

رُوحانیت پر نہایت گہرا اثر کرتی ہیں۔ اِسی واسطے قرآن شریف نے تمام عبادات اوراندرونی پاکیزگی کی اغراض اورخشوع اور خضوع کے مقاصد میں جسمانی طہارتوں اور جسمانی آداب اور جسمانی تعدیل کو بہت ملحوظ رکھا ہے۔ اور غور کرنے کے وقت یہی فلاسفی نہایت صحیح معلوم ہوتی ہے کہ جسمانی اوضاع کا روح پر بہت قوی اثر ہے جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے طبعی افعال گوبظاہر جسمانی ہیں مگر ہماری رُوحانی حالتوں پر ضرور اُن کا اثر ہے۔ مثلاً جب ہماری آنکھیں رونا شروع کریں۔ اور گو تکلّف سے ہی رووِیں۔ مگر فی الفور اُن آنسوؤں کا ایک شُعلہ اُٹھ کر دِل پر جا پڑتا ہے۔ تب دِل بھی آنکھوں کی پیروی کرکے غمگین ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی جب ہم تکلّف سے ہنسنا شروع کریں تو دِل میں بھی ایک اِنبساط پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ جسمانی سجدہ بھی رُوح میں خشُوع اور عاجزی کی حالت پیدا کرتا ہے۔ اس کے مقابل پر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جب ہم گردن کو اُونچی کھینچ کر اور چھاتی کو اُبھار کر چلیں تو یہ وضع رفتار ہم میں ایک قسم کا تکبّر اور خُود بینی پیدا کرتی ہے۔ تو اِن نمونوں سے پُورے اِنکشاف کے ساتھ کھُل جاتا ہے کہ بے شک جسمانی اوضاع کا رُوحانی حالتوں پر اثر ہے۔

ایسا ہی تجربہ ہم پر ظاہر کرتا ہے کہ طرح طرح کی غذاؤں کا بھی دماغی اور دِلی قُوتوں پر ضرور اثر ہے۔ مثلاً ذرا غور سے دیکھنا چاہئے کہ جو لوگ کبھی گوشت نہیں کھاتے رفتہ رفتہ اُن کی شجاعت کی قوت کم ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ نہایت دِل کے کمزور ہو جاتے ہیں۔ اور ایک خُداداد اور قابلِ تعریف قوّت کو کھو بیٹھتے ہیں۔ اس کی شہادت خُدا کے قانونِ قُدرت سے اِس طرح پر بھی ملتی ہے کہ چارپایوں میں سے جس قدر گھاس خور جانور ہیں کوئی بھی اُن میں سے وہ شجاعت نہیں رکھتا جو ایک گوشت خور جانور رکھتا ہے۔ پرندوں میں بھی یہی بات مشاہدہ ہوتی ہے۔ پس اِس میں کیا شک ہے کہ اخلاق پر غذاؤں کا اثر ہے۔ ہاں جو لوگ دن رات گوشت خوری پر زور دیتے ہیں اور نباتاتی غذاؤں سے بہت ہی کم حِصّہ رکھتے ہیں وہ بھی حلم اور انکسار کے خُلق میں کم ہو جاتے ہیں اور میانہ روش کو اختیار کرنے والے دونوں خُلق کے وارث ہوتے ہیں۔ اِسی حِکمت کے لحاظ سے خُدائے تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا (الاعراف:۳۱) یعنی گوشت بھی کھاؤ اور دُوسری چیزیں بھی کھاؤ۔ مگر کسی چیز کی حد سے زیادہ کثرت نہ کرو، تا اُس کا اخلاقی حالت پر بد اثر نہ پڑے اور تا یہ کثرت مُضرِ صحت بھی نہ ہو۔ اور جیسا کہ جسمانی افعال اور اعمال کا رُوح پر اثر پڑتا ہے ایسا ہی کبھی رُوح کا اثر بھی جسم پر جا پڑتا ہے۔ جس شخص کو کوئی غم پہنچے آخر وہ چشم پُر آب ہو جاتا ہے اور جس کو خوشی ہو آخر وہ تبسّم کرتا ہے۔ جس قدر ہمارا کھانا، پینا، سونا، جاگنا، حرکت کرنا، آرام کرنا، غُسل کرنا وغیرہ افعال طبعیہ ہیں۔ یہ تمام افعال ضروری ہمارے رُوحانی حالات پر اثر کرتے ہیں۔ ہماری جسمانی بناوٹ کا ہماری انسانیت سے بڑا تعلق ہے۔ دِماغ کے ایک مقام پر چوٹ لگنے سے یک لخت حافظہ جاتا رہتا ہے۔ اور دُوسرے مقام پر چوٹ لگنے سے ہوش و حواس رُخصت ہوتے ہیں۔ وباء کی ایک زہریلی ہوا کس قدر جلدی سے جسم میں اثر کرکے پھر دِل میں اثر کرتی ہے۔ اور دیکھتے دیکھتے وہ اندرُونی سلسلہ جس کے ساتھ تمام نظام اخلاق کا ہے درہم برہم ہونے لگتا ہے۔ یہاں تک کہ انسان دیوانہ سا ہو کر چند منٹ میں گُزر جاتا ہے۔ غرض جسمانی صدمات بھی عجیب نظارہ دکھاتے ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ رُوح اور جسم کا ایک ایسا تعلق ہے کہ اِس راز کو کھولنا اِنسان کا کام نہیں۔ (فہرست مضامین)

افکارِ محمد علیؒ، جنوری ۱۹۳۶ء

ارشادِ الٰہی

حضرت مولانا محمد علیؒ

جماعت احمدیہ کی اولین توجہ کی ضرورت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَمِنْكُمْ مَّنْ یَّبْخَلُ وَمَنْ یَّبْخَلْ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاللّٰهُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ ثُمَّ لَا یَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ۔ (۴۷:۳۸)

ترجمہ: ”دیکھو تم وہ لوگ ہو جو بُلائے جاتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو، پس تم میں سے وہ ہے جو بُخل کرتا ہے، اور جو کوئی بخل کرتا ہے تو وہ صرف اپنی جان سے بخل کرتا ہے اور اللہ (تعالیٰ) بے نیاز ہے اور تم

محتاج ہو۔ اور اگر تم پھر جاؤ تو وہ تمہارے سوا کسی اور قوم کو بدل کر لے آئے گا، پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔“

اسلام کے متعلق حدیث میں آیا ہے بَدَئَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَّسَیَعُوْدُ غَرِیْبًا۔ اسلام غربت کی حالت میں پیدا ہوا اور اس پر ایک وقت پھر آئے گا کہ یہ غربت کی حالت میں لوٹ جائے گا۔ چنانچہ آج یہ حقیقت واضح ہو رہی ہے اور اسلام واقعی بڑی کسمپرسی اور غربت کی حالت میں ہے۔ ابتدائی زمانہ اسلام کے بے شمار واقعات تاریخ میں مذکور ہیں۔ سب سے اول اسلام کو قبول کرنے والے بھی غریب اور بے چارہ لوگ ہی تھے۔ مسلمانوں کو طرح طرح کی تکلیف دی جاتیں اور ہر ممکن طریق پر انہیں دکھ اور اذیت پہنچائی جاتی۔ نہ ان کے پاس دولت تھی۔ نہ طاقت نہ جمیعت۔ مٹھی بھر انسانوں کی ایک جماعت تھی۔ جن کے پاس کوئی سازو سامان موجود نہیں تھا۔ بدر کی لڑائی میں جب کفار مکہ ایک لشکر جرار لے کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے تو ان کے مقابلہ کے لئے صرف تین سو تیرہ مسلمان نکلے۔ جن کے پاس فقط دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے اور سامان حرب بھی کافی نہ تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی قربانیوں اور خلوص کے باعث فتح بخشی۔ آہستہ آہستہ مسلمانوں میں طاقت اور جمیعت پیدا ہونی شروع ہوئی اور متمول اور دولت مند لوگ بھی حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے۔ لیکن ان لوگوں کی دولت اور ان کا پیسہ ان کی اپنی ذات کے لئے مخصوص نہ رہا۔ بلکہ یہ دولت قومی کاموں پر صرف ہونا شروع ہوئی۔ صحابہ کرامؓ کے پاس جو کچھ بھی تھا وہ خدا کی امانت سمجھا جانے لگا۔ جب کبھی بھی اسلام کی اعانت اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے روپیہ کی ضرورت محسوس ہوتی تو صحابہؓ نے اپنی ساری ساری دولت رسولؐ اللہ کے قدموں میں ڈال دی اور اپنا سب کچھ دین کے لئے قربان کرنے پر تیار ہو گئے۔ یہ اسی جذبہ ایثار و قربانی کا نتیجہ تھا کہ اس قدر قلیل عرصہ میں اسلام نے حیرت انگیز طاقت و ترقی حاصل کر لی۔

آج بھی یہ حالت ہے کہ کثرت تعداد کے باوجود مسلمانوں کے قومی کام ایک کسمپرسی کی حالت میں ہیں اور اسلام پر غربت طاری ہے۔ مسلمان افراد کے پاس دولت اور روپیہ بھی موجود ہے۔ انہیں طاقت اور اقتدار بھی حاصل ہے۔ وہ دولت خرچ کرنے پر قدرت بھی رکھتے ہیں۔ لیکن ان کی دولت قومی کاموں پر صرف نہیں ہوتی اور ان کا پیسہ اور ان کی طاقت اشاعت اسلام اور حفاظت دین کے لئے خرچ نہیں ہوتی بلکہ مسلمانوں کا مال عیاشی، اسراف، دنیاوی آسائش اور جاہ جلال بڑھانے کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ مسلمان دنیا کے لئے تو روپیہ خرچ کر سکتے ہیں لیکن دین یا خدمت اسلام کے لئے ان کا روپیہ صرف نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے پاس پیسہ اور طاقت ہونے کے باوجود ان کا دین غربت کی حالت میں ہے۔

جس طرح ابتداء اسلام میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کو توفیق دی کہ وہ اپنی پیہم اور بے نظر قربانیوں سے اسلام کا بول بالا کر دیں۔ اسی طرح آج بھی خدائے عزیز وقدیر نے صحابہؓ کے رنگ میں رنگین ایک جماعت بروز محمدؐ کے متبعین کی پیدا کی ہے۔ جو اس بات کا عہد کر چکی ہے کہ وہ اپنی قربانیوں سے اسلام کی غربت و بے چارگی کو ایک دفعہ پھر اس کی عالمگیر ترقی اور عزت و شوکت سے بدل دے گی۔ اس وقت ہماری مخاطب وہی جماعت ہے۔

آیت مندرجہ بالا کی تفسیر میں روح المعانی میں ایک روایت مذکور ہے کہ اس کے ان الفاظ پر کہ ”اگر تم پھر جاؤ تو اللہ تمہاری جگہ ایک اور قوم کھڑی کر دے گا“ صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ یہ کون لوگ ہیں۔ جن کے لانے کا یہاں ذکر ہے۔ تو آپؐ نے سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا۔ ”یہ اور اس کی قوم“۔ اور پھر فرمایا کہ اگر ایمان ثریا پر ہو تو فارس کے کچھ لوگ اسے واپس لائیں گے۔ یہ امر کسی زیادہ وضاحت کا محتاج نہیں کہ سلمان فارسیؓ کی قوم کی مصداق اس وقت خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ ہی ہے۔ جس کے امام کو حضرت سلمانؓ کی قوم میں سے ہونے کی عزت حاصل ہوئی اور خدا کے فضل سے مسیح موعود نے اس زمانہ میں واقعی ثریا پر سے ایمان کو واپس لا کر اپنی صداقت کا ثبوت پیش کیا ہے اور آپؑ ابناء فارس کی حدیث کے صحیح مصداق ثابت ہوئے۔ پس ہماری جماعت کو بجا طور پر خوش ہونا چاہیئے کہ یہ شرف اسی کے لئے مقدر تھا کہ وہ صحابہ کرامؓ کی قائم مقام جماعت قرار دی جائے۔ اور جب تمام لوگ اعلاء کلمۃ اللہ اور خدمت دین کے کام سے بے پرواہ ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس عظیم الشان مشن کے لئے انتخاب کیا۔

حضرت مسیح موعودؑ کے متبعین بے شک خدمت دین کے لئے بڑی بڑی قربانیاں کر چکے ہیں۔ لیکن انہیں یاد رکھنا چاہئیے کہ ابھی ان کی قربانیوں میں وہ رنگ پیدا نہیں ہوا جو صحابہ کرامؓ کی قربانیوں میں تھا۔ صحابہؓ کی قائم مقامی کا شرف صحیح معنوں میں اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب قوم کے اندر وہی جذبہ ایثار پیدا ہو جائے جو اسلام کے پہلے فدائیوں میں تھا۔ اگر یہ حقیقت پیدا نہیں ہوئی تو پھر ہم اس عزت کے حق دار بھی نہیں۔ اگر ان بزرگوں نے اپنا تن من دھن اسلام کے لئے قربان کر دیا تھا تو آج ضرورت ہے کہ ہم بھی ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنا سب کچھ خدمت اسلام کے لئے قربان کر دیں۔ کیونکہ اسلام کی غربت اسی طرح دور ہو سکتی ہے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہٖ کی اپیل بعنوان "ارشادِ الٰہی" سب دوستوں تک پہنچ چکی ہے۔ جماعت کے ہر فرد سے ایک ماہ کی آمد کا مطالبہ ہے اور ظاہر ہے کہ یہ مطالبہ ایسی بڑی قربانیوں کو نہیں چاہتا جیسی قربانیاں اصحابؓ محمدؐ کو کرنی پڑیں۔ جماعت کے لئے اس مطالبہ پر لبیک کہنا کچھ بڑی بات نہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نصرت اور طاقت کا ایک زریں موقع پیدا کر دیا ہے۔ ہمیں اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھانا چاہئیے اور امیر جماعت کی اپیل پر زیادہ تاخیر کے بغیر ایک ایک ماہ کی آمد اشاعت اسلام کے لئے حاضر کر دینی چاہئیے۔ جو یکمشت ادا نہیں کر سکتے ان کے لئے اقساط میں ادا کرنے کی رعایت بھی موجود ہے۔ معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اور اللہ تعالیٰ دلوں کا حال خوب جانتا ہے۔

آیت مندرجہ بالا اس وقت بالکل ہمارے حسب حال ہے۔ ہمیں دعوت دی جاتی ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں اپنے اموال خرچ کریں۔ ہم میں سے اگر کوئی بخل کرتا ہے تو وہ جان لے کہ وہ اپنی جان سے بخل کرتا ہے۔ اللہ تو ہمارے اموال سے بے نیاز ہے البتہ ہم ہی محتاج ہیں۔ (فہرست مضامین)

جماعت کا قیام اور دس شرائط بیعت

"میں اس جگہ ایک پیغام بھی خلق اللہ کو عموماً اور اپنے بھائی مسلمانوں کو خصوصاً پہنچاتا ہوں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے۔ کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان اور سچی ایمانی پاکیزگی اور محبتِ مولیٰ کا راہ سیکھنے کے لئے اور گندی زیست اور کاہلانہ اور غدارانہ زندگی کے چھوڑنے کے لئے **مجھ سے بیعت کریں۔** پس جو لوگ اپنے نفسوں میں کسی قدر یہ طاقت پاتے ہیں۔ **انہیں لازم ہے کہ میری طرف آویں** کہ میں اُن کا غمخوار ہونگا۔ اور ان کا بار ہلکا کرنے کے لئے کوشش کروں گا۔ اور خدا تعالیٰ میری دُعا اور میری توجہ میں ان کے لئے برکت دے گا۔ بشرطیکہ وہ ربّانی شرائط پر چلنے کے لئے بدل وجان تیار ہوں۔"
(اشتہار۔ یکم دسمبر ۱۸۸۸ء)

دس شرائط بیعت

اول۔ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اُس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے۔ شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم۔ یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بد نظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا۔ اور نفسانی جوشوں کے وقت انکا نفس مغلوب نہیں ہو گا۔ اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم۔ یہ کہ بلاناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول ﷺ کے ادا کرتا رہے گا۔ اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا۔ اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ وِرد بنائے گا۔

چہارم۔ یہ کہ تمام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے، نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم۔ یہ کہ ہر حال، رنج اور راحت اور عُسر اور یُسر اور نعمت اور بلا، میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا۔ اور بہر حالت راضی بقضا ہو گا۔ اور ہر ایک ذلت اور دُکھ کے قبول کرنے کے لئے تیار رہے گا۔ اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اُس سے مُنہ نہیں پھیرے گا۔ بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

ششم۔ یہ کہ اتباع رسم و متابعت ہوا وہوس سے باز آجائے گا۔ اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کرے گا۔ اور قال اللہ اور قال الرسول ﷺ کو اپنے ہر یک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

ہفتم۔ یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دے گا۔ اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم۔ یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردیٔ اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ عزیز تر سمجھے گا۔

نہم۔ یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا۔ اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم۔ یہ کہ اس عاجز سے عقدِ اخوت محض للہ باقرار طاعت درمعروف باندھ کر اس پر تاوقت مرگ قائم رہے گا۔ اور اس عقدِ اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دُنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں نہ پائی جاتی ہو۔

یہ وہ شرائط ہیں جو بیعت کرنے والوں کیلئے ضروری ہیں۔“
(اشتہار۔۲۱ فروری ۱۸۸۹ء)

نوٹ از خاکسار مرتب: سن ۱۸۸۹ء کے انہی دس شرائط پر آج بھی بیعت لی جاتی ہے۔ شرائط کی دسویں یعنی آخری شق نہایت قابل توجہ ہے۔ نبی بمنزلہ باپ ہوتا ہے۔ اُخ یا بھائی نہیں ہوتا۔ پھر امتی کے لئے نبی کی اتباع اور فرمان برداری غیر مشروط ہوتی ہے۔ اُس کے احکام و فرامین کو ”طاعت درمعروف“ کے محدود دائرے میں مقید نہیں کیا جاسکتا۔ اگر حضرت مرزا صاحبؒ نے (نعوذباللہ) کبھی اپنے عقیدہ میں واقعی کوئی تغیر و تبدل کر لیا ہوتا، تو بیعت کی ان شرائط میں بھی ضرور تبدیلی کی گئی ہوتی۔

احمدی نام اور اس کی وجہ تسمیہ

”**وہ نام جو اس سلسلہ کے لئے موزوں ہے،** جس کو ہم اپنے لئے اور اپنی جماعت کے لئے پسند کرتے ہیں وہ نام **”مسلمان فرقہ احمدؐیہ“ ہے**۔ اور جائز ہے کہ اس کو احمدی مذہب کے مسلمان کے نام سے بھی پکاریں۔۔۔ اور اس فرقہ کا نام مسلمان فرقہ احمدؐیہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کے دو نام تھے۔ ایک محمد ﷺ اور دوسرا احمد ﷺ۔ اور اس میں یہ مخفی پیش گوئی تھی کہ آنحضرت ﷺ اُن دشمنوں کو تلوار سے سزا دیں گے جنہوں نے تلوار کے ساتھ اسلام پر حملہ کیا۔ اور صدہا مسلمانوں کو قتل کیا۔ لیکن اسم احمدؐ جمالی نام تھا۔ جس سے یہ مطلب تھا کہ آنحضرت ﷺ دُنیا میں آشتی اور صلح پھیلائیں گے۔ سو خدا نے ان دوناموں کی اس طرح تقسیم کی کہ اول آنحضرت ﷺ کی مکّہ کی زندگی میں اسم احمد کا ظہور تھا۔ اور ہر طرح سے صبر اور شکیبائی کی تعلیم تھی۔ اور پھر مدینہ کی زندگی میں اسم محمد کا ظہور ہوا۔ ار مخالفوں کی سرکوبی، خدا کی حکمت اور مصلحت نے ضروری سمجھی۔ لیکن یہ پیش گوئی کی گئی کہ آخری زمانہ میں پھر اسم احمد ظہور کرے گا۔ اور ایسا شخص ظاہر ہوگا جس کے ذریعہ سے احمدی صفات یعنی جمالی صفات ظہور میں آئیں گی۔ اور تمام لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ پس اسی وجہ سے مناسب معلوم ہوا کہ اس فرقہ کا نام فرقہ احمدؐیہ رکھا جائے۔ تا اس نام کو سنتے ہی ہر ایک شخص سمجھ لے کہ یہ فرقہ دُنیا میں آشتی اور صلح پھیلانے آیا ہے۔ اور جنگ اور لڑائی سے اس فرقہ کا کچھ سروکار نہیں۔“ (روحانی خزائن۔ جلد ۹۔ ص ۹۰ تا ۹۱)

”لوگوں نے جو اپنے نام حنفی شافعی وغیرہ رکھے ہیں۔ یہ سب بدعت ہیں۔ حضرت رسول اللہ ﷺ کے دو ہی نام تھے۔ محمدؐ اور احمد ﷺ۔۔۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کا نام محمد بتلایا ﷺ کیونکہ حضرت موسیٰؑ خود بھی جلالی رنگ میں تھے۔ اور حضرت عیسیٰؑ نے آپ کا نام احمدؐ بتلایا۔ کیونکہ وہ خود بھی جمالی رنگ میں تھے۔ اب چونکہ ہمارا سلسلہ بھی جمالی رنگ میں ہے اس واسطے اس کا نام احمدی ہوا۔“
(ملفوظات۔ جلد ۲۔ ص ۲۰۸)

بیعت کرنے والوں کو نصیحت

”بیعت کرنا صرف زبانی اقرار ہی نہیں۔ بلکہ یہ تو اپنے آپ کو فروخت کر دینا ہے۔ خواہ ذِلّت ہو، نقصان ہو، کچھ ہی کیوں نہ ہو، کسی کی پروا نہ کی جائے۔ مگر دیکھو اب کس قدر ایسے لوگ ہیں جو اپنے اقرار کو پورا کرتے ہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ کو آزمانا چاہتے ہیں۔ بس یہی سمجھ رکھا ہے۔ کہ اب ہمیں مطلقاً کسی قسم کی تکلیف نہیں ہونی چاہیئے۔ اور ایک پُر امن زندگی بسر ہو۔ حالانکہ انبیاء اور قطبوں پر مصائب آئے۔ اور وہ ثابت قدم رہے۔ مگر یہ ہیں کہ ہر ایک تکلیف سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں۔ بیعت کیا ہوئی؟ گویا خدا تعالیٰ کو رشوت دینی ہوئی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ”اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ“ (العنکبوت ۲۹:۲)۔ یعنی کیا یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ فقط کلمہ پڑھ لینے پر ہی چھوڑ دیئے جائیں گے۔ اور انکو ابتلاؤں میں نہیں ڈالا جائے گا؟ پھر یہ لوگ بلاؤں سے کیسے بچ سکتے ہیں؟ ہر ایک شخص کو جو ہمارے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے۔ جان لینا چاہیئے کہ جب تک آخرت کے سرمائے کا فکر نہ کیا جاوے، کچھ نہ بنے گا۔ اور یہ ٹھیک کرنا کہ ملک الموت میرے پاس نہ پھٹکے، میرے کنبے کا نقصان نہ ہو، میرے مال کا بال بیکا نہ ہو، ٹھیک نہیں۔ خود شرطِ وفا دکھلاوے اور ثابت قدمی

وصدق سے مستقل رہے۔ اللہ تعالیٰ مخفی راہوں سے اس کی رعایت کرے گا۔ اور ہر ایک قدم پر اُن کا مدد گار بن جاوے گا۔

انسانوں کو صرف پنجگانہ نماز اور روزوں وغیرہ احکام کی ظاہری بجا آوری پر ہی ناز نہیں کرنا چاہئیے۔ کہ نماز پڑھنی تھی پڑھ لی۔ روزے رکھنے تھے رکھ لئے۔ زکوٰۃ دینا تھی دے دی وغیرہ۔ نوافل ہمیشہ نیک اعمال کے متمم ومکمل ہوتے ہیں۔ اور یہی ترقیات کا موجب ہوتا ہے۔ مومن کی تعریف یہ ہے کہ خیرات وصدقہ وغیرہ جو کہ خدا نے اس پر فرض تو نہیں کئے۔ مگر وہ اپنی ذاتی محبت سے ان کو بجالاتا ہے۔ اس وقت اس کا ایک خاص تعلق خدا سے ہوتا ہے۔۔ (اگر) کسی تصنّع ونمائش وریا کو اس میں دخل نہ ہو (تو) یہ حالت مومن کی اُس کے سچے اخلاص اور تعلق کو ظاہر کرتی ہے۔ اور ایک سچا اور مضبوط رشتہ اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ پیدا کر دیتی ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ اس کی زبان ہو جاتا ہے۔ جس سے وہ بولتا ہے۔ اور اس کے کان ہو جاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے۔ اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے جس وہ کام کرتا ہے۔ الغرض ہر فعل اس کا اور ہر ایک حرکت وسکون اللہ تعالیٰ ہی کا ہوتا ہے۔۔۔

قرآن شریف میں لکھا ہے کہ مومن اور غیر مومن میں ہمیشہ فرق رکھ دیا جاتا ہے۔ غلام کو چاہئیے کہ وہ ہر وقت رضاء الٰہی کو ماننے اور ہر ایک رضاء کے سامنے سر تسلیم خم کرنے میں دریغ نہ کرے۔ کون ہے جو عبودیت سے انکار کر کے خدا کو اپنا محکوم بنانا چاہتا ہے؟

تعلقات الٰہی ہمیشہ پاک بندوں سے ہوا کرتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا ہے۔ "وَاِبۡرٰهِيۡمَ الَّذِىۡ وَفّٰٓى" (النجم ۵۳: ۳۷)۔ (ترجمہ۔ اور ابراہیمؑ جس نے وفا دکھلائی۔ ناقل)۔ لوگوں پر جو احسان کرے ہر گز نہ جتلاوے۔ جو ابراہیمؑ کے صفات رکھتا ہے۔ ابراہیم بن سکتا ہے۔ ہر ایک گناہ بخشنے کے قابل ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے سوا اور کو معبود وکارساز جاننا ایک ناقابل عفو گناہ ہے۔ "اِنَّ الشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيۡمٌ" (لقمان ۳۱: ۱۴)۔ (ترجمہ۔ بے شک شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔ ناقل)۔ "اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغۡفِرُ اَنۡ يُّشۡرَكَ بِهٖ" (النساء ۴: (النساء ۴ : ۸۴)۔ (ترجمہ۔ اللہ نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شریک بنایا جائے۔ ناقل)۔

یہاں شرک سے یہی مراد نہیں کہ پتھروں وغیرہ کی پرستش کی جاوے۔ بلکہ یہ ایک شرک ہے۔ کہ اسباب کی پرستش کی جاوے۔ اور محبوباتِ دُنیا پر زور دیا جائے۔ اسی کا نام شرک ہے۔

اور معاصی کیا مثال تو حقّہ کی سی ہے۔ کہ اس کو چھوڑ دینے میں کوئی دقّت ومشکل کی بات نظر نہیں آتی۔ مگر شرک کی مثال افیم کی سی ہے۔ کہ وہ عادت ہو جاتی ہے۔ جس کا چھوڑنا محال ہے۔ بعض کا یہ بھی خیال ہوگا کہ انقطاع الی اللہ کر کے تباہ ہو جاویں؟ مگر یہ سراسر شیطانی وسوسہ ہے۔ اللہ کی راہ میں برباد ہونا آباد ہونا ہے۔ اس کی راہ میں مارا جانا زندہ ہونا ہے۔ کیا دُنیا میں ایسی کم مثالیں اور نظیریں ہیں کہ لوگ اس کی راہ میں قتل کئے گئے، ہلاک کئے گئے۔ ان کے زندہ جاوید ہونے کا ثبوت ذرّہ ذرّہ زمین میں ملتا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کو ہی دیکھ لو۔ کہ سب سے زیادہ اللہ کی راہ میں برباد کیا اور سب سے زیادہ دیا گیا۔ چنانچہ تاریخ اسلام میں پہلا خلیفہ حضرت ابو بکرؓ ہی ہوا۔" (ملفوظات جلد ۶۔ ص ۷۱ تا ۹۱)

یہ مت خیال کرو کہ ہم اس سلسلہ میں داخل ہیں۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہر ایک جو بچایا جائے گا اپنے کامل ایمان سے بچایا جائے گا۔ کیا تم ایک دانہ سے سیر ہو سکتے ہو؟ یا ایک قطرہ پانی کا تمہاری پیاس بجھا سکتا ہے؟ اسی طرح ناقص ایمان تمہاری روح کو کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتا۔ آسمان پر وہی مومن لکھے جاتے ہیں جو وفاداری اور صدق سے اور کام استقامت سے اور فی الحقیقت خدا کو سب چیز پر مقدّم رکھنے سے اپنے ایمان پر مہر لگاتے ہیں۔ (مرزا غلام احمد۔ ص ۳۳۱)

حضرت مرزا صاحبؒ کے دعویٔ مجدّدیت کا ردّ عمل

حضرت مرزا صاحبؒ لکھتے ہیں:

"اور پھر جب تیرھویں صدی کا خیر ہوا اور چودھویں صدی کا ظہور ہونے لگا تو خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ سے مجھے خبر دی کہ "تُو اس صدی کا مجدّد ہے"۔۔ یہ الہام "براہین احمدّیہ" میں چھپ چکا ہے۔ جو انہی دنوں میں۔۔۔ میں نے تالیف کر کے شائع کی تھی۔

زمانہ کی پُکار

اس کتاب کے الہامات پر نظر

غور ڈالنے سے ہر ایک کو معلوم ہو جائے گا کہ خدا نے کیوں اور کس غرض سے مجھے اس خدمت پر مامور کیا۔ اور کیا حالت موجودہ زمانہ کی اور صدی کا سر، اور کثرتِ بدعات اور سخت بارش بیرونی حملوں کے دنوں میں خدا تعالیٰ کی طرف سے تائید اور تجدید کے لئے آوے؟

علمائے وقت کی تصدیق اور حمایت

اس جگہ یہ بات بھی ذکر کرنے کے لائق ہے۔ کہ براہین احمدیہ کے زمانہ تک اس مُلک کے اکثر علماء میرے دعویٰ مجدّد ہونے کی تصدیق کرتے تھے۔ اور کم سے کم یہ کہ نہایت حُسن ظن سے میرے الہامات پر بڑے بڑے متعصّبوں کو بھی کوئی جرح نہ تھی۔ اور اکثر اُن میں سے بڑی خوشی سے کہتے تھے۔ کہ خدا نے اسلام کے لئے چودھویں صدی کو مبارک کیا۔ کہ اپنی طرف سے ایک مجدّد بھیجا۔ اور بعض نے اُن میں سے نہایت اخلاص سے براہین احمدیہ کا ریویو لکھا۔ اور اس میں اس قدر میری تعریف کی کہ جس قدر ایک انسان کسی کامل درجہ کے راستباز اور پاک باطن اور خدارسیدہ اور ہمدرد اسلام کی تعریف کر سکتا ہے۔ حالانکہ اُس مولوی صاحب کو یہ بھی معلوم تھا کہ براہین احمدیہ میں وہ الہام بھی ہیں جن میں خدا تعالیٰ نے میرا نام 'عیسیٰ' اور 'مسیح موعود' رکھا ہے۔ غرض اُس وقت تک تصریح کے ساتھ میری طرف سے دعویٰ مسیح موعود ہونے کا نہیں ہوا تھا۔ اور صرف مجدّد چودھویں صدی ہونا عام لوگوں میں مشہور تھا۔ کوئی بڑی مخالفت علماء کی طرف سے نہیں ہوئی۔ بلکہ اکثر اُن میں سے مصدق اور مطیع رہے۔" (کتاب البریہ۔ ج ۱۸ ص ۱۸۱ تا ۱۸۵ حاشیہ) (فہرست مضامین)

اسلام

سوال:۔ آپ کون ہیں؟

جواب:۔ میں مسلمان ہوں۔

سوال:۔ مسلمان کس کو کہتے ہیں؟

جواب:۔ جو شخص دین اسلام کی پیروی کرتا ہو اس کو مسلمان کہتے ہیں۔

سوال:۔ دین کے کیا معنے ہیں؟

جواب:۔ دین کے معنی راستہ یا طریقہ کے ہیں۔

سوال:۔ اسلام کے کیا معنی ہیں؟

جواب:۔ اسلام کے معنی صُلح، سلامتی اور امن کے ہیں۔

سوال:۔ آپ کے مذہب کا یہ نام کس نے رکھا؟

جواب:۔ یہ نام اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے۔ جیسا کہ اُس نے قُرآن شریف میں فرمایا۔ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا (مائیدہ:۴) اور دُوسری جگہ فرمایا۔ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ۔ (آلِ عمران:۲۰)۔ ترجمہ۔ اور تمہارے لیے دین اسلام پسند کیا۔ تحقیق خُدا کے نزدیک (سچا) دین اسلام ہے۔

سوال:۔ آپ کے مذہب کا نام اسلام کیوں رکھا گیا؟

جواب:۔ اس لئے کہ اس مذہب کی غرض دُنیا میں صُلح، امن اور سلامتی کو ترقی دینا ہے۔

سوال:۔ اسلام نے دنیا میں آکر کس طرح صُلح اور امن پھیلایا؟

جواب:۔ اوّل اس طرح کہ اسلام نے انسانوں میں مساوات اور برابری کو قائم کیا۔ ہر ایک قسم کی ملکی، قومی اور ذات پات کے امتیاز کو مٹا دیا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں ایک بادشاہ کو ایک غلام کے پہلو بہ پہلو کھڑا کر دیا اور بزرگی کا معیار صرف نیکی کو قرار دیا۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (الحجرات:۱۴)۔ دوسؔم۔ اسلام سے پہلے جتنے مذاہب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کے مدعی تھے۔ ان تمام کے بزرگوں اور ان کی کتابوں کو عزت سے یاد کرنے کا اپنے پیروؤں کو حکم دیا۔ اور فرمایا۔ "کوئی اُمّت نہیں گزری جس میں کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہو (فاطر:۲۵) اس لئے ایک مسلمان جیسا اپنے ہادی حضرت محمد صلی اللہ صلعم کو مانتا ہے اسی طرح وہ حضرت موسےؑ، حضرت عیسیٰؑ، سری رام چندر جی، سری کرشن جی، مہاتما بُدھ اور کنفیوشش، زرتشت وغیرہ بزرگوں کو بھی اللہ تعالیٰ کے نیک بندے مانتا ہے۔ حالانکہ دوسرے مذاہب اپنے خاص بزرگوں کو تو اچھا سمجھتے ہیں۔ لیکن دوسرے مذاہب اور ان کے بزرگوں کو جھوٹا سمجھتے اور ان کو برا کہتے ہیں۔ اس لئے صرف اسلام ہی میں شامل ہو کر دنیا میں محبت اور آشتی پھیل سکتی ہے۔

سوال:۔ کیا آپ کے مذہب کا نام محمدی نہیں؟

جواب:۔ ہرگز نہیں ہمارے مذہب کا نام اللہ تعالیٰ نے اسلام رکھا ہے گو مذہب اسلام کی مکمل تعلیم حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے ذریعہ سے دنیا کو ملی۔ لیکن خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے یہ تعلیم آئی ہے۔ اور اس نے فرمایا ہے۔ اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا (سورہ المائدہ) خدا کے نزدیک (سچا) دین اسلام ہے (آل عمران) محمدی نام عیسائی پادریوں نے تعصب سے اس مذہب کو دیا ہے۔ جو صحیح نہیں۔

(فہرست مضامین)